© rasailojaraid.com

مفکرِ ملت مفتی عتیق الرحمٰن عثمانی ؒ نمبر ۱۹۸۷ء میں شائع ہوا تھا اس کے بقایا مضمون کا آخری قسط

اُفتادِ طبع اور مزاج

یقین محکم، عمل پیہم، محبت فاتح عالم
جہادِ زندگانی میں ہیں یہ مردوں کی شمشیریں

اپنے ممتاز فکر و بصیرت۔ فراست ایمانی اور علمی عظمتوں کے ساتھ ساتھ مفتی صاحب ؒ کردار و عمل کی دنیا میں بھی اپنی انتہائی بلند و بالا شخصیت رکھتے تھے اور درحقیقت کسی انسان کی زندگی میں اس کا کردار اور عمل و سلوک ہی وہ پیمانہ ہے جس سے اس کے محاسن و معائب کی پیمائش کی جاسکتی تھی۔ مفتی صاحب سے مل کر ہمیشہ یہ محسوس ہوتا تھا کہ ایک باشعور عالمِ دین اور عالی ظرف انسان سے ملاقات ہو رہی ہے۔ اُن کی بات چیت بڑی دلآویز اور تسکین بخش ہوتی تھی۔ اور اس میں علم و فضل کا وزن محسوس ہوتا تھا۔ اپنے پرائے سب کے لئے خیر خواہی، ہر کسی کے درد کا احساس، اپنے تعلق رکھنے والوں کی حد سے زیادہ پاسداری اور ان کی فلاح و بہبود کی فکر۔ ہر تعلق کو نبھانے کی انتہائی کوشش۔ رفتار و گفتار میں توازن اور سلامت روی، وضعداری اور بے اندازہ تحمل و برداشت اُن کے کردار کے چھائے ہوئے اوصاف تھے۔ ان کے مزاج میں سادگی کے ساتھ ساتھ سلیقہ مندی، شعور اور نفاست کو بڑا دخل تھا ہمیشہ سادہ لباس پہنتے تھے۔ خوراک بھی بہت کم تھی۔ کھانے پینے میں حد سے زیادہ محتاط تھے۔ لیکن رہن سہن اور اپنی بود و باش میں معیاری۔ اور قرینہ کی زندگی گذارتے تھے۔ خود جلیل القدر عالمِ دین مجوّد اور حافظ قرآن تھے مستند اور محترم علمی و دینی خاندان کے چشم و چراغ تھے۔ اپنے دَور کے باخدا بزرگ اور شیخِ طریقت کے فرزند

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ارجمند تھے، اس تمام کے باوجود نہ انھوں نے کبھی عام مولویانہ زندگی اپنائی نہ وہ طور طریقے اپنائے جو دینی مدرسوں سے پڑھ کر نکلنے والوں میں عام طور پر مانوس و متعارف ہیں۔ اپنے موروثی اور ذاتی فضائل و کمالات پر کسی نخوت و غرور کا سایہ بھی اُن پر نہ پڑ سکا۔ ارشاد و بیعت کو اگر وہ اپنی زندگی کا معمول بنا لیتے تو آج دُور دُور تک ان کے مُریدوں اور متوسلین کی صفیں پھیلی ہوئی نظر آتیں۔ مگر واقعہ یہ ہے کہ پیری مُریدی کے مُروّجہ طور طریقے اُن کی نظر میں کبھی نہ سما سکے۔ اُن کی علمی عظمتیں اور فکر و شعور کی وسعتیں ان رواجی حدود میں سمٹ کر رہ بھی نہیں سکتی تھیں۔ وعظ و ارشاد کی مجلسوں میں شریک ہوتے تھے۔ تقریریں بھی کرتے تھے، بڑے بڑے مجمعوں سے خطاب کرتے۔ اور بلا مبالغہ کہا جا سکتا ہے کہ وہ تقریر و خطابت کا حق ادا کر دیتے تھے۔ اُن کی ہر تقریر میں جو حلاوت۔ دلنشینی۔ نکتہ آفرینی اور تعمیری و اصلاحی انداز ہوتا تھا بہت کم کسی مقرر یا خطیب میں دیکھا گیا، پھر بھی انھوں نے وعظ و تقریر کو اپنا وسیلہ معاش کبھی نہ بنایا۔ این و آن کی ہوس اور گھٹیا قسم کے منافع کی فکر اور لالچ سے ان کا دامن ہمیشہ پاک رہا۔ وہ حد درجہ سیر نفس اور خیر الغنیٰ غنی النفس کا مصداق تھے۔ بڑے بڑے تاجروں اور دولت مندوں سے بھی ان کے تعلقات تھے۔ لیکن ان تعلقات کو اپنے علمی وقار کے ساتھ نباہتے تھے۔ اور اُن کی خاطر اپنی اونچی سطح سے ایک سیڑھی نیچے اُترنا بھی گوارا نہ کرتے تھے۔ زندگی کی تلخیوں اور ناگواریوں کو برداشت کرنے میں بھی ان کا کوئی ہمسر نظر نہیں آتا۔ گھریلو زندگی سے لیکر اپنے تعلقات اور سماجی روابط تک ان کو بارہا حوصلہ شکن صدمات کا سامنا کرنا پڑا۔ خود اپنوں کی اور اپنے چھوٹوں کی اذیت رسانی اور فتنہ انگیزیوں سے پالا پڑا۔ ایک ایک تنکا جمع کر کے انھوں نے علم و فن کا ایک آشیانہ "ندوۃ المصنفین" کی شکل میں تعمیر کیا جو اپنی عمر کی ایک دہائی بھی نہ دیکھ پایا تھا کہ تقسیم ہند ایک سیلاب بلا بن کر اس کے سر سے گذری اور اس کی ہلاکت خیزیوں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نے دَم کے دَم میں اس کو لوٹ پھونک کر، اُجاڑ کر ویران کر دیا۔ مفتی صاحب پناہ گزین بن کر پوری بے سروسامانی کے عالم میں قرولباغ سے نکلے تھے، حالات حد درجہ ناسازگار تھے۔ سب کچھ لُٹ چکا تھا، مگر مفتی صاحب ہی کی ہمت تھی اور اُن ہی کا ظرف تھا کہ اُس اُجڑی ہوئی زندگی کو پھر بنانے کا تہیہ کیا اور بنا کر دکھا دیا۔

اجلاس میرٹھ اور اس کے بعد جمعیۃ علماء کے نئے کاروباری دَور میں، ان کے چھوٹوں نے جو جو رویّے اپنائے اور اپنی بدزبانی، بہتان تراشی اور تذلیل و توہین کے جو جو کرتب دکھائے، مفتی صاحب ہی کا ظرف تھا کہ ان تمام صدموں کو برداشت کر کے بھی سب کو اسی عالی ظرفی اور کشادہ دلی کے ساتھ سینہ سے لگاتے رہے ۱۹۶۸ء میں خود دیوبند میں مسلم مجلس مشاورت کا جلسہ ہوا۔ پوری تیاری اور پلاننگ کے ساتھ نہ صرف اس جلسہ کو درہم برہم کیا گیا۔ بلکہ شر و فساد کے جانے پہچانے عادی مجرموں نے مسلح ہو کر سرزمین دیوبند پر معرکۂ کربلا کی تاریخ دہرانے کی شرمناک کوشش کی۔ اور مفتی صاحب پر قاتلانہ حملہ کیا گیا۔ ہزاروں دیکھنے والے حیران ہی رہے کہ اس منظم اور بے روک ٹوک حملہ سے مفتی صاحب کی جان کس طرح بچ سکی۔ اور مشیّت ربّی نے کس طرح اپنی آغوش حفاظت میں لے کر ان کو زندہ سلامت نکال لیا۔

ان کی اپنی مادر علمی دارالعلوم دیوبند میں بھی (جس کے وہ مدّتوں صدر نشین مجلس شوریٰ رہے) آخری دنوں اُن کی جس جس طرح دلآزاری کی گئی اور نفسانیت زدہ عناصر نے جو بزرگوں کی اس یادگار اور قوم کی امانت پر دست قبضہ جمانے کے لئے بلبلا رہے تھے۔ کیسے کیسے ذلیل ہتھکنڈے اپنائے۔ بزرگوں کی پگڑیاں اُچھالیں، اور دارالعلوم کو اپنی خواہشات کا کھلونا بنایا، وہ سب کچھ ایسی شرمناک داستان ہے کہ اس کے تذکرہ سے بھی ہم بزرگوں کی اَرواحِ مقدسہ کو اذیت پہونچانا گوارا نہیں کر سکتے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

المختصر۔ قابلِ ذکر بات یہ ہے کہ بارہا ایسے تُند و تلخ حوادث و صدمات کو جھیل کو بھی مفتی صاحب رح کے رویہ اور رفتار میں کسی شکوہ مندی اور تلخ نوائی کی پرچھائیں تک کبھی نظر نہ آسکی۔ ان کی بے مثال رواداری، سلامت روی، کشادہ دِلی اور خیراندیشی زندگی کے آخری سانس تک برقرار رہی۔ اور کردار مؤمن کی خوبیاں اپنے ساتھ لئے ہوئے وہ دنیا سے رخصت ہوئے۔

ندوۃ المصنّفین

این کار از تو آید و مَردان چنین کنند

گذشتہ صفحات سے گذرتے ہوئے یہ اندازہ ہوسکتا ہے کہ مفتی صاحبؒ نے کتنی مصروف زندگی گذاری اور ان کی دلچسپیوں اور سرگرمیوں کا دائرہ کتنا وسیع تھا، پھر بھی ان کا سب سے اہم کارنامہ جو اُن کی زندگی بھر کا مشن اور مقصدِ حیات کہا جاسکتا ہے جو اُن کے باقیات صالحات کا خلاصہ و یادگار ہے اور جس کی قدر و قیمت کو دیکھتے ہوئے یہ محسوس ہوتا ہے کہ مشیتِ الٰہی نے اسی مقصد کی تکمیل کے لئے مفتی صاحب کو اعلیٰ ترین علمی صلاحیتیں، مقدس وراثت و ماحول۔ فکر و شعور اور ذوق و سلیقہ کی عظمتیں بخشی تھیں، وہ ادارہٗ ندوۃ المصنفین کی تاسیس و تشکیل ہے۔

مفتی صاحب کے اَسلاف و اَجداد دار العلوم جیسے عظیم علمی و دینی اِدارہ کے معمار تھے تو خیر خلف لخیر سلف (مفتی صاحبؒ) نے آگے قدم بڑھا کر علمی مآثر و مآخذ کی چمن بندی کی اور وہ دار النشر و الترجمہ (ندوۃ المصنفین) قائم کیا۔ جو آج کی مہذب اور ترقی یافتہ دنیا کی کسی معیاری اکیڈمی سے کم نہیں۔

پس منظر

اپنے دَور کے مقدس ترین بزرگوں کی آغوش میں اپنی تعلیم و تربیت پوری

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کر کے مفتی صاحب نے ایک مفتی اور دینی علوم کے اُستاذ کی حیثیت سے زندگی کے میدان میں قدم رکھا۔ کئی سال دارالعلوم دیوبند میں اور پھر جامعہ اسلامیہ ڈابھیل میں اسی حیثیت سے خدمت علم و دین میں مصروف رہے۔ پھر ۱۹۳۲ء میں ڈابھیل چھوڑ کر کلکتہ تشریف لے گئے تو وہاں کولوٹولہ کی مسجد میں ان کے درس قرآن اور دینی خطبات کا سلسلہ شروع ہوا اور دور دور تک اس کی دھوم مچنے لگی۔ اور ہزاروں فرزندانِ توحید اور خاص طور پر جدید تعلیم یافتہ نسل کے لوگ حلقہ بگوش عقیدت و ارادت ہو گئے کلکتہ کے قیام میں مفتی صاحب کو مرحوم مولانا ابوالکلام آزاد سے بہت قربت ہوگئی تھی جن کی علمیت اور کمال تحریر و خطابت نے ایک عَالَم کو مسحور کر رکھا تھا۔ مولانا حفظ الرحمٰن صاحب بھی کلکتہ پہونچ چکے تھے۔ کم و بیش روزانہ ہی ان تینوں اکابر کی نشست ہوتی اور دیر تک علمی مسائل اور وقت کے بدلتے ہوئے حالات پر تبادلۂ خیالات کا سلسلہ جاری رہتا۔ ان مذاکرات نے مفتی صاحب کے فکر و احساس پر گہرا اثر کیا۔ یہ زمانہ نہ صرف ہندوستان اور ایشیا بلکہ پوری دنیا کو ایک نئے انقلاب سے روشناس کرا رہا تھا۔ سائنس کے حیرت انگیز انکشافات اور ایجادات کے ڈنکے بج رہے تھے اور مغربی تعلیم و تہذیب کا طوفان پوری دنیا کو اپنی لپیٹ میں لے رہا تھا۔ اور اس کی فتحمندیوں کے سامنے پرانے افکار و عقائد دم توڑ رہے تھے۔ اور انسانی دنیا کے قدیم نظریات اور طور طریقے بے بس اور مبہوت نظر آرہے تھے۔

اس نئی روشنی کی براہ راست ٹکر اسلامی عقائد و روایات سے تھی۔ اور اسلامی تاریخ کے لئے یہ بڑا نازک وقت تھا۔ دنیا عقل و شواہد کے ایک نئے دَور میں داخل ہو رہی تھی اور انسانی فکر و فہم کی بلند پروازیاں پرانے مسلمات و رجحانات کو آنکھیں دکھا رہی تھیں۔ ایسے انقلابی دَور میں محض وعظ و تقریر اور درس و ارشاد کے فرسودہ نظام سے چمٹے رہنا۔ قال اقول کی گردان رٹنا یا کفر و الحاد کے فتوے صادر کرتے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

رہنا، اس دَور کے تقاضوں سے مُنھ چھپانے اور اپنی ہزیمت و پسپائی کو دعوت دینے کے مترادف تھا۔ چنانچہ وسط ایشیا کی قدیم مسلم آبادیاں۔ روسی ترکستان کے علاقے۔ تاجکستان۔ ازبکستان۔ سمرقند۔ تاشقند۔ بلخ و بخارا وغیرہ اور ترکی و افغانستان جیسے متعدد مسلم ممالک اسی افسوسناک تجربہ کا شکار ہوئے۔

درحقیقت خالص مادّی فکر و تہذیب میں ڈوبے ہوئے اس دَور کا شدید تقاضہ یہ تھا کہ نئے رجحانات کے مقابلہ میں دین برحق کی لازوال صداقت اور مذہب و تاریخ کی قدیم حقیقتوں کو از سرِ نو علم و تحقیق کی چھلنی میں چھان کر ایسے دلپذیر انداز میں دنیا کے سامنے پیش کیا جائے کہ نئی روشنی سے سہمے ہوئے دلوں اور دماغوں کو تسکین میسّر آسکے۔ اور اسلامی علوم و فنون اور دینی نظریات و معتقدات کے چہرہ کو قدامت و جمود کے گرد و غبار سے نکھار کر اُن کی صحت مند رہنمائی اور نفع بخشیوں سے دنیا کے اس نئے دَور کو بھی قوتِ استدلال کے ساتھ روشناس کرایا جائے۔

یہ اپنے وقت کا کوئی معمولی کام نہ تھا۔ اس کاوش فکر و قلم کیلئے بڑی ممتاز صلاحیتیں درکار تھیں۔ ان باہوش۔ متوازن۔ شاداب و زرخیز دماغوں کی ضرورت تھی جو 'قدیم' کے پورے جوہر شناس بھی ہوں۔ اور دنیا کے بدلتے ہوئے حالات میں ذہنوں کی نئی پیاس اور نئے جذبات و رجحانات کا مزاج بھی پہچانتے ہوں۔ جو دلیل و بیان کے نئے انداز پر قادر ہوں اور اپنی بات کو بڑے شگفتہ و سلیس اسلوب تحریر کے ذریعہ نئی نسل کے دلوں میں اتار سکیں۔

بحمداللہ اُمّت کا دامن ایسے نوابغِ روزگار سے خالی نہیں تھا۔ اور ایک طرف فیلسوف مشرق ڈاکٹر سر محمد اقبال۔ مولانا شبلی نعمانی۔ خواجہ الطاف حسین حالیؔ۔ سید سلیمان ندوی۔ عبدالسلام ندوی۔ ابوالکلام آزاد۔ مناظر احسن گیلانی۔ اور ابوالاعلیٰ مودودی نے اس خدمت کا بیڑہ اٹھایا تو دوسری طرف مرکز دیوبند

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کے جواہر و نوادر مفتی عتیق الرحمٰن۔ اور اُن کے رفقاء کرام نے زیادہ منظم اور اجتماعی شکل میں اس مہم کو سنبھالنے کا تہیہ کیا۔ یقیناً ہماری تاریخ ان ارباب فکر و قلم اور پوری اُمت کے خیر اندیش مصلحین کے احسان عظیم سے ہمیشہ گرانبار رہے گی۔

اسی پس منظر میں مفتی صاحب نے اپنے قیام کلکتہ کے دوران (۱۹۳۷ء) ہی میں "ندوۃ المصنفین" جیسے علمی و لٹریری ادارہ کی بنیاد رکھی۔ جس کی تاسیس میں مولانا آزاد کے بیش قیمت مشوروں کے ساتھ ساتھ مفتی صاحب کے قدر دان و جان نثار حافظ مقبول احمد پٹنہ والے۔ حاجی محمد اسماعیل سگریٹ والے اور شیخ فیروزالدین جاپان والے سب سے پہلے معاونین تھے۔ اور علامہ کشمیری رحؒ کے ممتاز شاگرد مولانا سید محمد بدر عالم میرٹھی (مؤلف ترجمان السنۃ) مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی، مولانا حامد الانصاری غازی۔ مولانا سعید احمد اکبر آبادی اور قاری محمد یوسف میرٹھی اس کے اولین رفقاء فکر و قلم۔

اِدھر دہلی کی مرکزیت و مرجعیت یقیناً اس کی متقاضی تھا کہ ایسا مؤقر و مستند ادارہ کلکتہ کی بجائے دہلی میں قائم ہو تو اس کی قیمت و افادیت کہیں زیادہ بڑھ سکے گی۔ چنانچہ مفتی صاحب نے بہت جلد اس کا بندوبست کیا۔ اور قرول باغ کی نئی اور کشادہ آبادی میں (عیدگاہ دہلی کی مغربی جانب) لب سڑک ایک نفیس اور نو تعمیر بنگلہ کرایہ پر لیکر شایانِ شان فرنیچر اور دفتری لوازمات سے آراستہ کیا۔ اور ندوۃ المصنفین کو باقاعدہ دہلی منتقل کر دیا۔ اور تھوڑے ہی دن بعد اس کا علمی ماہنامہ "برہان" بھی دہلی سے جاری کیا جو آج تک بحمد اللہ جاری ہے۔ اور ہندوستان کے مؤقر ترین علمی جرائد میں شمار کیا جاتا ہے۔

یہ مفتی صاحب کے حسن ذوق، انتظامی سلیقہ اور نفاست پسندی کا ہی نتیجہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تھا کہ ندوۃ المصنفین بہت جلد ہندوستان کا ایک نامور مرکز علم و تحقیق اور معیاری اکیڈمی بنکر عوام و خواص میں اپنا وزن قائم کر سکا، اور اسلامی علوم و فنون، تاریخ و سیرت وغیرہ پر جو ستھرا معیاری اور باسلیقہ لٹریچر اس سے شائع ہوا۔ اس کی قدر و قیمت کا اعتراف ہندوستان۔ پاکستان۔ بنگلہ دیش۔ بلکہ بیرونی دنیا کے علمی حلقوں میں بھی کیا گیا۔ اس کی کتنی ہی مطبوعات آج دوسری زبانوں میں ترجمہ ہو کر شائع ہو رہی ہیں۔ کتنی ہی مطبوعات کے ایڈیشن بار بار شائع ہو چکے ہیں۔ اور ان کی طلب و فرمائش آج بھی برقرار ہے۔

اس عظیم ادارہ کی مطبوعات سینکڑوں تک پہونچ چکی ہیں۔ جس میں شہرۂ آفاق اور اپنی قدر و قیمت میں انتہائی وقیع یہ ہیں۔

ترجمان السنۃ	۵ جلدیں	(از مولانا سید بدر عالم میرٹھی)
تفسیر مظہری	۱۴ ″	(مولانا قاضی ثناء اللہ پانی پتی)
انتخاب الترغیب والترہیب	۴ ″	(الحافظ المحدث المنذری۔ ترجمہ مولوی عبداللہ دہلوی)
مکمل لغات القرآن	۴ ″	
تاریخ ملت	۱۱ ″	(قاضی زین العابدین و مفتی انتظام اللہ شہابی)
زاد المعاد فی سیرۃ خیر العباد	۴ ″	
قصص القرآن	۴ ″	(مولانا محمد حفظ الرحمٰن سیوہاروی)
اخلاق اور فلسفۂ اخلاق		(مولانا محمد حفظ الرحمٰن سیوہاروی)
اسلام کا اقتصادی نظام		(مولانا محمد حفظ الرحمٰن سیوہاروی)
اسلام کا زرعی نظام		(مولانا محمد تقی امینی)
فقہ اسلامی کا تاریخی پس منظر		(مولانا محمد تقی امینی)
تاریخ علم فقہ		(مفتی سید عمیم الاحسان)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

العلم والعلماء (مترجم)	(علامہ ابن عبدالبر)
اسلام کا نظام عفت وعصمت	(مولانا ظفیر الدین مفتاحی)
اسلام کا نظام مساجد	(مولانا ظفیر الدین مفتاحی)
اسلام کا نظام حکومت	(مولانا حامد الانصاری غازی)
اسلام کا فلسفہ سیاست	(ڈاکٹر راجد علی خاں)
تاریخ مشائخ چشت	(پروفیسر خلیق احمد نظامی)
مسلمانوں کا عروج وزوال	(مولانا سعید احمد اکبرآبادی)
فہم القرآن	(مولانا سعید احمد اکبرآبادی)
اسلام میں غلامی کی حقیقت	(مولانا سعید احمد اکبرآبادی)
صدیق اکبرؓ	(مولانا سعید احمد اکبرآبادی)
عثمان غنیؓ	(مولانا سعید احمد اکبرآبادی)
عرب و ہند عہد رسالت میں	(مولانا قاضی اطہر مبارکپوری)
دیار یورپ میں علم اور علماء	(مولانا قاضی اطہر مبارکپوری)
خلافت اُمویہ اور ہندوستان	(مولانا قاضی اطہر مبارکپوری)
خلافت راشدہ اور ہندوستان	(مولانا قاضی اطہر مبارکپوری)
حضرت ابوبکر صدیقؓ کے سرکاری خطوط	(ڈاکٹر خورشید احمد فارق)
اسلامی ہند کی عظمت رفتہ	(مولانا قاضی اطہر مبارکپوری)
تاریخ گجرات	(مولانا سید ابوظفر ندوی)
سلاطین دہلی کے مذہبی رجحانات	(پروفیسر خلیق احمد نظامی)
قرآن اور تعمیر سیرت	(ڈاکٹر میر ولی الدین)
ہندوستان میں مسلمانوں کا نظام تربیت	(مولانا مناظر احسن گیلانی)

© rasailojaraid.com